14۔ اور۔۔ آنا گھر میں مرغیوں کا

مشتاق احمد یوسفی (ولادت 1923ء)

تعارف: مشتاق احمد یوسفی ۱۹۲۳ء میں ریاست ٹونک کے شہر جے پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالکریم خان تھا۔ تعلیم کا آغاز کے بعد ان کے والد ۱۹۴۹ء میں کراچی منتقل ہو گئے۔

مشتاق احمد یوسفی نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ مشتاق احمد یوسفی فطرتاً ذہین تھے۔ وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں (۱۹۴۴ء) میں اول آئے۔ بی۔ اے آگرہ یونیورسٹی سے کیا اور اس میں بھی اول رہے۔ ایم۔ اے فلسفہ اور ایل۔ ایل۔ بی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کیا۔ ۱۹۴۶ء میں ڈپوٹیشن سول سروس میں ملازم ہوئے تاہم ۱۹۴۹ء میں خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے۔

یہاں پر ملازمت کی ابتدا اسسٹنٹ کمرشل بنک کے منیجر کی حیثیت سے کی اور ترقی کرتے ہوئے پاکستان بینکنگ کونسل کے بانی رکن رہے۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۹۰ء تک الائیڈ بنک بی سی سی آئی (BCCI) کے مشیر کی حیثیت سے لندن میں مقیم رہے۔ مشتاق احمد یوسفی اردو کے مزاح نگار ہیں۔

تصانیف:۔ چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگزشت، آب گم شامل ہیں۔ یہ مضامین کے مجموعے ہیں۔ سبق "اور آنا گھر میں مرغیوں کا" "چراغ تلے" سے ماخوذ ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

سطر 67 ۔ روادار نہیں (حق میں نہیں، اچھا نہیں سمجھتا) راغ مظنیہ و (پالنے والا، رکھنے والا) مرغ بلی (فاختہ کی نر) تبادلات (تبادلے) اخلاص (خلوص) ایثار (قربانی) مرغ مسلم (سالم مرغ، پورا مرغ) دڑبا (چھوٹا سا ایک طرف) پھدو (بے پر کا) آملیٹ (پیاز ٹماٹر انڈوں کا سالن) نیم برشت (کم ابلا ہوا، آدھا پکا ہوا) گھنگھ (وہ چیز جو نہایت مشکل) ماحصل (نچوڑ، خلاصہ نتیجہ، لب لباب) فی زمانہ (اس زمانے میں، آج کل، عصر حاضر میں) مفقود (غائب، ناپید، معدوم، غیر حاضر) پہلو بچا کر (بڑی احتیاط کے ساتھ، پہلو تہی کرتے ہوئے) دڑبہ (مرغیوں کے رہنے کی جگہ) قوطی (وہ شیر جو ہر وقت کاٹنے کے لیے پہلو بچائے رکھے) محتاط (احتیاط کرنے والا)

سطر 68 ۔ پال کر (پرورش کر کے) ناحق (بلاوجہ، فضول) رد و قدح کرنا (بحث و تکرار کرنا) سادہ لوحی (بھولپن، سادگی، معصومیت) آسن (بیٹھنا، وہ جگہ جہاں سوار بیٹھتا ہے) عنایت (فیل بان، ہاتھی کو چلانے والا) آنکس (ہاتھی کو ہانکنے کا آلہ، لوہے کی کانٹے دار چھڑی) دم ہلانے لگتا ہے (دم ہلا کر وفاداری کا اظہار کرتا ہے) مل جانا (مانوس ہو جانا) گلبہ اشتہا (گرانی، ٹڈی دل، خانہ بدوش، ہتھیلیوں پر پالنا (نہایت احتیاط سے رکھنا) مالک (سرکس کے سدھائے ہوئے طوطے کی مانند جو فرمان بردار ہوتا ہے) سپہ دم (فوجی) طوطا چشم (بدلنے والا، بے وفا) سوچ کر (جانچ کر کے) بدکنا (ڈرنا، خوف سے اچھلنا) رام کرنا (دیکھ بھال، پرورش) اہلی (گھریلو، پالتو) تعصب (ناحق کی حمایت، ناحق طرف داری) بالعموم (عام طور پر) بالخصوص (خاص طور پر) خصائل (خصلتوں کی جمع عادات) اذعان (عقیدہ، یقین) عرق ریزی (صبح سویرے اٹھنے کی عادت) لیڈ کے مارے (لیڈ میں ہونے والی بیماری) کم طرح کرنے (رعب دبدبہ والا جانور) ریاست (حکمرانی، حکومت) اکڑوں (پاؤں کے بل بیٹھنا)

سطر 69 ۔ عہد الست (مشتاق احمد یوسفی کا اس گھر سے)

خوش اخلاقی سے) حمد و ثناء (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تعریف کرنا) شرابور (بھیگا ہوا، تر بتر) درشتی (سختی، تلخی) صبر کا پیمانہ لبریز ہونا (حد برداشت کرنے کا متحمل نہ رہنا) بپھر کر (غصہ کھا کر، غصہ سے لبریز ہو کر) ہراساں (خوف زدہ، سہما ہوا، ڈرا ہوا) ٹھیکر (ایک گیدڑ جو دیواروں میں رہتا ہے جس کی بڑی بڑی مونچھیں ہوتی ہیں) انکشاف (دریافت ہونا، عیاں ہونا، ظاہر ہونا) بھنگا (خانہ بدوش کیڑا) بیکھوا (نرم مٹی میں رہنے والا کیڑا) باور کرنا (یقین کرنا) اثر دلانا (اثر ات، تاثیر) مویشیاں (قرائس کا عظیم الجثہ نام) اچنبھے کی بات (حیرانی کی بات، انوکھی بات) قیافہ شناس (اندازہ لگانے والا، قیاس آرائی کرنے والا) بھوسہ (جانوروں کا چارہ) چوپائے (چار پاؤں والے جانور) سنگین (سخت، مشکل) ازالہ کرنا (دور کرنا) رفاہ عامہ (عام لوگوں کی بھلائی کا کام) ناپید (مرغیاں بند کرنے کا کھانچہ) کچوڑ (نتیجہ، خلاصہ، لب لباب) وزبے (ناپے) ورود (آنا، وارد ہونا، نازل ہونا) نزول (نازل ہونا، مراد آنا) ناقابل تردید (جسے جھٹلایا نہ جا سکے) کزک (دو مرغی جوانہ سے دبنے سے رک گئی ہو اور انڈوں پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو) ازراہ تلطف (مہربانی سے، لطف و کرم کرتے ہوئے) طائرانہ اڑتی (عالم بالا کا پرندہ فرشتہ) کشتاپری (مشہور داستان آرائش محفل کا ایک کردار)

غزل 70 آلام روزگار (دنیاوی دکھ اور تکالیف) عاجز (تھک) پروانہ (خالب کے پر دے سے) فکرہ (فساد مراد ہے پریشانیاں اور حصہ لب)

سبق کا خلاصہ

(سن 2007ء اور 2009ء، سرگودھا 2010ء، گوجرانوالہ 2006، 10ء، ڈیرہ غازی خان 2009ء، لاہور بورڈ 2013ء)

گھر میں مرغیاں پالنا قطعاً پسند نہیں۔ مرغیوں کا حقیقی مقام پنجرہ ہے یا باورچی خانہ۔ لیکن مصنف کے دوست کو اختلاف ہے۔ جن کے بقول مرغی کے انڈے بھی خوب ہیں۔ خراب انڈے دواؤں اور سیاسی جلسوں میں کام آتے ہیں۔ پھر بڑی کی بنائی ہوئی انڈوں کی آملیٹ، لیم برشت اور خاگینہ وغیرہ بھی لذیذ ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر مرغیاں کھانے کی یہی رفتار رہی تو بہت جلد یہ نسل ناپید ہو جائے گی۔ جواباً انھوں نے فرمایا کہ مرغیوں کی نسل میں بہت تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ خام خیالی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنی خوراک کا انتظام خود کر لیتی ہیں۔ میں نے اپنی خوبیوں کے باوجود، مرغیاں خریدنے کی وجہ دریافت کی تو بولے کہ میرے سسرالی مہمان آ رہے ہیں۔ تازگی کی وجہ سے ابالنا ہیں۔ اگلے روز مرغیاں میرے گھر آ گئیں۔ میری یہ خام خیالی کہ پالتو جانور مالک سے محبت کرتے ہیں، جلد ہی کافور ہو گئی۔

عوام کو یہ خوش فہمی ہے کہ مرغ صرف صبح کے وقت اذان دیتے ہیں۔ بعض خوش عقیدہ لوگ کہتے ہیں کہ مرغ کی اذان کے بعد چوریں بھاگ جاتی ہیں۔ لیکن میرا مشاہدہ ہے کہ مرغ اس وقت اذان دیتے ہیں، جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔ کفایت شعار اخراجات والا مرغ دن میں تین بار بانگ دینے کی بجائے مرغ پال لیتے ہیں۔ مرغ کی اذان سے تو نیند تو کیا خاک پاک بھی ایک انچ نہیں سرکتی۔ مرغ کی آواز پر بستر اس کی جسامت کے حساب سے گولائی مائل ہوتی ہے۔ اگر گھڑیوں کی جسامت اور آواز مرغ کی مناسبت ہوتا تو قدیم زمانہ کی بانگوں میں مرغ توپ کی طرح ہوتے۔ اکثر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرغ کی اذان سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

ایک روز موسلا دھار بارش میں گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تین مرغے بارہ مرغیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے غضب ناک ہو کر رقم سے کہا کہ گھر میں یا تو مرغیاں رہیں گی یا میں۔ بیوی نے کہا کہ آپ کو موسلا دھار بارش میں کہاں جائیں گے؟ مصنف کے خیال کے مطابق مرغیوں کو چوبیس گھنٹے کھلا

جائے۔ حشرات اور کیڑے مکوڑے کھانے سے باز نہیں آتیں۔ گھر میں مرغیوں کی حکومت ہے تاج بادشاہ کی ہوتی ہے جن میں سے کمرا، بستر یا فرنیچر بھی شے ان کی دسترس میں ہوتی ہے۔ بعض اوقات مرغ عین اُس لمحے اذاں دیتا ہے جب میں فون پر محو گفتگو ہوتا ہوں اور مخاطب "سوری رانگ نمبر" کہہ کر فون بند کر دیتا ہے۔ مرغیوں نے چند مہینوں میں میرے گھر کا نقشہ تبدیل کر دیا ہے۔ جو لوگ دنیاوی مصائب سے عاجز ہیں انہیں میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مرغیاں پال لیں۔ پھر پردہ غیب سے کچھ ایسے مسائل جنم لیں گے، کہ انھیں اپنی سابقہ زندگی جنت کا نمونہ نظر آئے گی۔

مشقی سوالات

سوال 1 درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i) مصنف کے خیال میں مرغی کا صحیح مقام کیا ہے؟

(کھیت و دڑبہ، ✓ پیٹ)

(ii) میزبان کے اخلاص و ایثار کا اندازہ کن باتوں سے ہوتا ہے؟

(تحفے سے، طویل قیام سے، ✓ دسترخوان پر مرغیوں کی تعداد سے)

(iii) گندے انڈوں کا موزوں محل استعمال کیا ہے؟

(✓ جلسہ، نوکری، کرکٹ میچ)

(iv) مرغ کی آواز اور جسامت میں کیا تناسب ہے؟

(ایک اور دو کا۔ ایک اور چالیس کا۔ ✓ ایک اور سو کا)

سوال 2 سبق کے حوالے سے مختصر جوابات لکھیں۔ جواب تین سطور سے زیادہ طویل نہ ہو۔

(i) مصنف کے دوست اپنی مرغیاں، مصنف کو کیوں دینا چاہتے تھے؟

جواب مصنف کے دوست کا مکان مختصر تھا اور ان کے گھر میں مہمان آ رہے تھے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے مرغیاں مصنف کو دینا چاہتے تھے۔

(ii) کفایت شعار لوگ مرغ کیوں پالتے ہیں؟

جواب کفایت شعار لوگ الارم والی ٹائم پیس خریدنے کی [illegible] مرغ پال لیتے ہیں تاکہ ہمسایوں کو سحر خیزی کی عادت رہے۔

(iii) "اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں" یہ [illegible] موقع پر کس کو کہا اور نتیجہ کیا نکلا؟

جواب مصنف ایک دن موسلا دھار بارش میں بھیگتے ہوئے [illegible] پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تین مرغے اُس کے پلنگ پر ہیں۔ [illegible] چادر پر جا بجا بیٹوں کے نشان تھے۔ مصنف کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو اس نے دو ٹوک فیصلہ کیا کہ "اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں" بیوی نے کہا "اتنی بارش میں آپ کہاں جائیں گے؟" یہ سُن کر مصنف نے گھر سے باہر جانے کا [illegible] کر دیا۔

(iv) مرغیوں کی پسندیدہ خوراک کیا ہے؟

جواب [illegible]

(v) [illegible] مصنف کا بوجھ ہلکا کیوں کیے؟

جواب [illegible] مصنف کے فون کی گھنٹی بجی تو انھوں نے [illegible] مصنف کے "ہیلو" کہنے سے پہلے ہی [illegible]

کے درمیان کھڑے ہوئے مرغ نے اذان دے دی۔ جس کی وجہ سے فون کرنے والے صاحب نے "سوری ارانگ نمبر" کہہ کر فون بند کر دیا۔

سوال 3 مناسب الفاظ کا کر خالی جگہ پر کریں۔

(i) میں گھر مرغیاں پالنے کا روادار نہیں۔

(ii) انسان صرف روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا۔

(iii) اختلاف کی گنجائش نظر نہ آئی۔

(iv) انسان محبت کا بھوکا ہے۔

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر 1:

فرمایا "یہ صحیح ہے کہ انسان روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا اے مرغ مسلم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا نے مرغی کو محض انسان کے کھانے کے لیے پیدا کیا ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ صاحب اپنی تو در کنار، میں تو انڈے کو بھی ابال کی سب سے بڑی خوبی سمجھتا ہوں۔ تازے خود کھایے، گندے ہو جائیں تو ہوٹلوں اور سیاسی جلسوں کے لیے ڈگنے داموں بیچیے۔ یوں تو اس میں میرا مطلب ہے تازہ انڈے میں

ہزاروں خوبیاں ایسی کہ ہر خوبی پہ دم نکلے

مگر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پھوہڑ سے پھوہڑ عورت کسی طرح بھی پکائے یقیناً مزے دار پکے گا۔ آملیٹ، نیم برشت، ہاف فرائی اور اسٹوو۔

نوٹ: (جو طلبا ہر عبارت کا الگ سے سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق و سباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے جو مصنف کی مشہور زمانہ کتاب "چراغ تلے" سے منتخب کیا گیا ہے۔ سبق میں مصنف مرغیوں سے متعلق اپنے تجربات کو مزاحیہ اور دلچسپ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ مرغیوں کی افزائش نسل کی رفتار دیگر مخلوقات کی نسبت زیادہ ہے۔ مرغ کی آواز اور جسامت میں نسبت ایک اور سو کی ہے۔ مرغ صبح کے وقت اذان دیتا ہے اس لیے اکثر کفایت شعار لوگ الارم والا ٹائم پیس خریدنے کی بجائے مرغ خرید لیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمسایوں کو سحر خیزی کی عادت رہے۔ مرغیوں کی وجہ سے گھر پولٹری فارم معلوم ہوتا ہے اور ہر وقت گندگی اور بو کا مرکز بنا رہتا ہے۔

تشریح طلب اقتباس سبق کے ..... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف کہتے ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں اس بات کے حق میں بالکل نہیں ہوں کہ گھر میں مرغیاں رکھی جائیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ان کے دوست مرغیوں کو بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں اور اپنی مرغیاں مصنف کے ہاں منتقل کر دیتے ہیں۔ مصنف اس کے بالکل خلاف ہیں لیکن وہ دوست کے کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور آخر کار مرغیاں ان کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ جب کہ مصنف ان سے بہت تنگ ہیں۔ یہاں کہ تنگ آ کر مصنف مرغیوں کی آواز میں دیتے ہیں، جیسے کہ جنگ میں توپوں کے چلنے کی آواز۔ مصنف کے گھر میں ہونے والی یہ ہم خیال کی وقت سے پاک ہو اس لیے مصنف سب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کبھی مرغیاں پالنے کی غلطی نہ کریں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ وہ گھر میں مرغیاں پالنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کا رائے مرغیوں کا صحیح مقام پیٹ ہے یا پلیٹ۔ ہماری دعوتوں میں بھی میزبان کے خلوص اور قربانی کا اندازہ مرغیوں اور مہمانوں کی تعداد ان کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔ مصنف کا دوست اسے مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ انسان صرف روٹی پر ہی گزر نہیں کرتا بلکہ مرغ مسلم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے خدا نے مرغی کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے، کہ وہ انسان کی غذا کا حصہ ہے۔ تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مصنف کے دوست مرغیوں کے خواص بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں مرغی کی اہمیت دافادیت کا قائل ہوں مرغی واحد چیز ہے، میں تو اس کے انڈے کو بھی دنیا کی سب سے بڑی نعمت تصور کرتا ہوں۔ تازہ انڈے بڑے مزے دار اور غذائیت سے حامل ہوتے ہیں۔ انھیں خود کھائیے۔ انڈے گندے بھی ہو جائیں تو کوئی ڈر نہیں۔ افسوس نہ کیجیے بلکہ یہی خراب اور بیاسی انڈے ہم ملوں میں استعمال کے لیے فروخت کر دیں، یا پھر سیاسی جلسوں میں سیاستدان پر پھینکنے کے لیے مہنگے داموں بیچ دیجیے۔ انڈے کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے، کہ چھوہارا اور نکمی سے نکمی عورت کسی طرح بھی پکائے مزیدار ہی پکتا ہے۔ پھر اس میں پیاز ملا کر سالن بنائیں۔ کم ابلا ہوا ہو، چاہے تلا ہوا حلوا بنائیں، کسی بھی شکل میں بنائیں لذت اور ذائقہ میں کمی نہیں آتی۔ ہر حالت اور شکل میں لذت اور ذائقہ برقرار رہے گا۔ مصنف کے دوست کی رائے ہے کہ انڈے کا آملیٹ بگاڑنے کے لیے انتہائی سلیقہ اور قابلیت چاہیے جو کہ اس زمانے میں ناپید ہے۔

عبارت نمبر 2: (ڈی جی خان بورڈ 2013ء)

اب اس کو میری سادہ لوحی کہیے یا خلوص نیت کہ شروع شروع میں میرا خیال تھا کہ انسان محبت کا بھوکا ہے اور جانور اس واسطے پالتا ہے کہ اپنے مالک کو پہچانے اور اس کا حکم بجالائے۔ گھوڑا اپنے سوار کا آسن اور ہاتھی اپنے مہاوت کا آنکس پہچانتا ہے۔ کتا اپنے مالک کو دیکھتے ہی دم ہلانے لگتا ہے جس سے مالک کو روحانی خوشی ہوتی ہے۔ سانپ بھی سپیرے سے مل جاتا ہے لیکن مرغیاں؟ میں نے آج تک کوئی مرغی ایسی نہیں دیکھی جو کسی اور کو پہچانے اور جس کو اپنے پرائے کی تمیز ہو۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیاں گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں۔ اور ان کی نظر میں مرغی کے صرف تین مقام ہیں۔ پلیٹ، پیٹ یا پتیلی۔ اور اسے اپنے اصل مقام پر ہی رہنا چاہیے۔ لیکن مصنف کے دوست ان کے ہم خیال نہیں ہیں۔ وہ بھی مقابلے میں مرغیوں کی اتنی ہی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مصنف تو قائل نہیں ہوتے البتہ وہ اپنی مرغیاں مصنف کے گھر منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ان کے لاکھ انکار کے باوجود، آخر کار مرغیاں ان کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ اب مصنف کو روزانہ نئے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کیوں کہ گھر کی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں مرغیوں کا آنا جانا نہ ہو۔ اس لیے اب وہ گھر جو کہ مصنف کا ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ اس کی مالک یہ مرغیاں ہیں۔ اس لیے مصنف دوسروں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مرغیاں کبھی نہ پالیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ اسے میری سادگی اور بھولپن کہیے یا خلوص نیت، کہ شروع شروع میں

میرا خیال تھا کہ انسان محبت وخلوص کا بھوکا ہے۔ اسی لیے اپنے گھر میں پالتو جانور پالتا ہے، کہ وہ اپنے مالک کو پہچانے اور اس کے حکم کی بجا آوری کرے۔ اور جو جانور گھر میں رہتا ہے، وہ اپنے مالک سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اُس سے اپنائیت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔ مثلاً گھوڑا اپنے مالک کے بیٹھنے کے انداز سے ہی پہچان لیتا ہے اور اس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے جب اُس کا مالک چلنے کا حکم دیتا ہے، تو وہ بے چون وچرا روانہ ہو جاتا ہے۔ مالک کے علاوہ کوئی اور اس کی پیٹھ پر بیٹھے تو گھوڑا اُس سے بیگانگی اور بے زاری کا رویہ اپناتے ہوئے ردِ عمل کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح ہاتھی اپنے مالک کے اس آنکڑے کو پہچانتا ہے جس کے ذریعے وہ ہاتھی کو چلاتا ہے اور ہاتھی کا سوار ہاتھی ہانکنے کے آلہ سے اُس کی گردن اور کانوں کو گدگداتا ہے۔ جس سے ہاتھی اپنی رفتار کو تیز کر لیتا ہے۔ ہاتھی اپنے مالک کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے۔ جس سے اسے دلی اطمینان ہوتا ہے۔ اس کے مالک کے علاوہ کوئی اور سوار ہو، تو ہاتھی متضاد رویہ اختیار کرتا ہے۔

کتا بھی اپنے مالک سے بے پناہ محبت وانسیت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے مالک کو دیکھتے ہی دم ہلا کر اپنی وفاداری کا بھرپور اظہار کرتا ہے۔ جسے دیکھ کر مالک کو روحانی خوشی ہوتی ہے۔ مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں سے اُس کا رویہ بے رُخی اور دشمنی کا ہوتا ہے اور کسی کو بھی گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ اگر کوئی اجنبی گھر میں زبردستی گھسنے کی کوشش کرے تو ہنگامہ اور شور برپا کر دیتا ہے اور جان لڑا دیتا ہے۔ اس کے بعد مصنف سانپ کی وفاداری کی مثال دیتا ہے۔ حالاں کہ سانپ کو انسان کا ازلی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی سپیرے سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کا حکم مانتا ہے اور کاٹتا بھی نہیں ہے۔ مصنف آخر میں بتاتا ہے کہ مرغیاں بدلحاظ اور بے مروت ہوتی ہیں۔ میں نے آج تک کوئی مرغی ایسی نہیں دیکھی جو اپنے مالک کو پہچانے اور اس سے خلوص کا اظہار کرے اور نہ ہی مرغی کو اپنے پرائے کی تمیز ہوتی ہے۔ مالک چاہے اس کی کتنی ہی دیکھ بھال کرے یہ کسی طرح بھی اس سے مانوس نہیں ہوتی۔

عبارت نمبر 3:

مہینوں ان کی نگہداشت اور سنبھال کیجیے۔ برسوں ہتھیلیوں پر بچائیے۔ لیکن کیا مجال کہ آپ سے ذرا بھی مانوس ہو جائیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میں یہ اُمید لگائے بیٹھا ہوں کہ میری دہلیز پر قدم رکھتے ہی مرغ سرکس کے طوطے کی مانند توپ چلا کر سلامی دیں گے یا چوزے میرے پاؤں میں وفادار کتے کی طرح لوٹیں گے، اور مرغیاں اپنے انڈے "سپردم بتو مایہ خویش را" کہتی ہوئیں مجھے سونپ کر اُلٹے قدموں واپس چلی جائیں گی۔ تاہم پالتو جانور سے خواہ وہ شرعاً حلال ہی کیوں نہ ہو، یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ ہر چمکتی ہوئی چیز کو چھری سمجھ کر بدکنے لگے اور مہینوں کی پرورش وپرداخت کے باوجود محض اپنے جبلی تعصب کی بنا پر ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیاسا تصور کرے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں ان کے نزدیک مرغیاں صرف کھانے کے لیے ہیں۔ لیکن ان کے دوست مرغیوں کو بہت بڑی نعمت تصور کرتے ہیں۔ اور مصنف کو ان کی مختلف خوبیاں گنوا کر آخر کار گھر میں مرغیاں رکھنے کے لیے قائل کر لیتے ہیں اور مرغیاں ان کے گھر میں آ جاتی ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے مالک کا وفادار ہو سکتا ہے، لیکن مرغیاں کبھی نہیں ہوتیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغ اس طرح اذان دیتے ہیں جیسے جنگ میں توپ چل رہی ہو اور گھر میں اس طرح گھومتی پھرتی ہیں، کہ گھر کا فرد معلوم ہوتی ہیں۔ کیوں کہ گھر کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ان کا بسیرا نہ ہو۔ اس لیے مصنف کا گھر اب مصنف کا نہیں، بلکہ مرغیوں کا معلوم ہوتا ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ مرغیوں کی چاہے کتنی ہی نگرانی اور خبر گیری کیجیے۔ برسوں اپنے ہاتھوں کی

انسانیوں پر دانہ دانہ نثار کر چکا ہے۔ ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ممکن ہی نہیں کہ مرغیاں آپ سے باتوں میں لگا کر آپ کی طرف متوجہ ہوں۔ ان تمام باتوں سے میرا مطلب یہ نہیں کہ میں ان سے امید اور توقع کرتا ہوں، کہ ہوں ہی بیل گھر کی طرح قوم پر کھوں تو مرغ سرکس کے طوطے کی طرح توپ چلا کر سلامی دیں اور میرا استقبال کریں۔ اور ان کے چوزے میرے پاؤں سے وفادار کتے کی طرح لوٹنے لگیں۔ میں مرغیوں سے یہ توقع بھی نہیں کرتا کہ وہ اپنے انڈے پر کر کر کے ہم اپنی روٹی آپ سے کما لیتی ہیں۔ اور پھر انڈے پاؤں عقیدت و احترام سے آداب بجالاتی ہوئی وہاں پیش کر دیں۔

مصنف مرغیوں کی ادبیات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جانور طوطا تاثم اور بے مروت ہے۔ جہاں یہ جانور سے نوازہ و شریعت کی رو سے حلال ہی کیوں نہ ہو۔ یہ توقع اور امید نہیں کی جا سکتی کہ چاک دار اور آپ دو آپ رکھنے والی بیوی یا چاقو بھر کر خوف زدہ ہو جائیں اور بولنا شروع کر دیں اور کئی مہینوں تک ان کی دلچسپ بھال کرنے والے اور دانہ دانہ انسانیوں پر پالنے والے کو صرف اس لیے، جانی دشمن سمجھ بیٹھے کہ یہ مسلمان ہے۔ سراسر ناانصافی ہے۔

عبارت نمبر 4:

ایک عام خوش فہمی جس میں تعلیم یافتہ اصحاب بالعموم اور اردو شعرا بالخصوص عرصے سے مبتلا ہیں، یہ ہے کہ مرغ صرف صبح اذان دیتے ہیں۔ اتفاق سے میں اپنی عادات و خصائل کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یا تو میں بوجھ کر عین اس وقت سوتا ہوں جو قدرت نے مرغ کے اذان دینے کے لیے مقرر کیا ہے یا پھر ادھر کراس وقت اذان دیتا ہے جب خدا کے گناہ گار بندے خواب غفلت میں پڑے ہوں۔

سیاق و سباق:

(یہ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ اس بات کے سخت خلاف ہیں کہ مرغیوں کو پالتو جانور بنایا جائے۔ بقول مصنف مرغیاں صرف کھانے کے لیے استعمال کرنی چاہئیں۔ لیکن مصنف کے دوست اس معاملے میں مصنف سے بالکل متضاد خیال کے مالک ہیں اور مرغیوں کو بہت بڑی حد تک تصور کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ مصنف کے گھر اپنی مرغیاں زبردستی بھیج دیتے ہیں اور مصنف انھیں انکار بھی نہیں کر پاتے۔ اب مرغیاں مصنف کے گھر میں ایک فرد کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

(یہ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغیاں چند دنوں میں ہی گھر میں اپنے پیر اکر چکی ہیں، گو گھر کا فرد ہوں۔ دیکھنے میں تو ان کا گھر دڑبہ ہے۔ لیکن یہ اپنے گھر میں بہت کم ہی رہتی ہیں۔ اور سارے گھر کو اپنی ملکیت سمجھتی ہیں۔ اس لیے وہ گھر جو مرغیوں کی آمد سے پہلے مصنف کا تھا۔ یہی گھر اب مرغیوں کا معلوم ہوتا ہے۔

تشریح:

(یہ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے افراد عمومی طور پر اور اردو شعرا خاص طور پر ایک غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کہ مرغ صرف صبح کاذب کے وقت، جو کہ بیدار ہونے کا وقت ہوتا ہے، اذان دیتے ہیں۔ شعرا اور پڑھے لکھوں کا نظریہ یہ ہے کہ اگر مرغ اذان نہ دے تو لوگ نہیں جاگتے۔ اور مرغ لوگوں کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں تاکہ مخلوق خدا اپنے خالق کی عبادت کر سکے۔

مصنف نے اپنی اور مرغیوں کی عادات اور معمولات کا ڈیڑھ سال تک بڑی باریک بینی سے جائزہ لے کر نتیجہ نکالا ہے کہ یا تو وہ اس وقت سوتا ہے جب مرغ کے اذان دینے کا وقت ہوتا ہے۔ یعنی رات کے پچھلے پہر سونے کے لیے جاتا ہے یا شاید وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے وقت پر نہیں سو سکتا اور یہی وقت شاید مرغ کے اذان دینے کا ہو۔ یعنی مصنف کے سونے اور مرغ کے اذان دینے کا وقت یکساں ہے اور ایک ہی ہے۔ دوسری وجہ یہ نکلتی ہے کہ مرغ شاید مصنف سے بے زار ہے اور اسے

عبارت نمبر 5:

سیاق وسباق:

تشریح:

بڑے ہی بدنما معلوم ہو رہے تھے۔ میں تھکا ماندہ گھر پہنچا تھا کہ گھر میں آرام کروں گا لیکن گھر میں خلاف توقع ماحول دیکھ کر الجھن اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر قدرے سختی سے سوال کیا، کہ آخر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کیوں چیخ رہے ہیں اور گھر میں کیوں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟ بیگم بولیں آپ تو بلاوجہ ان سے تنگ آ گئے ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ چڑا رہے ہیں۔

عبارت نمبر 6:

بولیں "آپ تو خواہ مخواہ الرجک ہو گئے ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے چڑا رہے ہیں؟" میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ دل نے کہا "بس بہت ہو چکا۔ آؤ آج دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گی یا میں"۔ میں نے بپھر کر کہا۔ ان کی آنکھوں میں سچ مچ آنسو بھر آئے۔ ہراساں ہو کر کہنے لگیں "مینہ برستے میں آپ کہاں جائیں گے؟"

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے بالکل خلاف ہیں۔ اور ان کے نزدیک مرغیوں کا اصل مقام صرف پیٹ ہے یا پلیٹ۔ لیکن ان کا دوست مرغیوں کو وفادار اور پالتو جانور تصور کرتا ہے اور زبردستی اپنی مرغیوں کو مصنف کے گھر منتقل کر دیتا ہے۔ اور کچھ ہی دنوں میں مرغیاں مصنف کے گھر میں ایسے گھل مل جاتی ہیں، کہ گھر کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغیوں کو چاہے جتنی قیمتی خوراک کیوں نہ کھلائیں وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر زمین کا گند ضرور کھائیں گی۔ ایک اور غلط فہمی کہ مرغیاں صرف دڑبے میں رہتی ہیں، اس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ مصنف نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرغیاں پورے گھر میں رہتی ہیں۔ اسی لیے مصنف کا گھر اب پولٹری فارم بن چکا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ ایک دن موسلا دھار اور مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ خراب موسم کی وجہ سے بڑی مشکل سے گھر پہنچا۔ جسم تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ تھکا ماندہ بارش میں تر بتر ہو کر گھر پہنچا، تاکہ اپنے بستر پر آرام کروں گا اور راستے کی کوفت اور ماندگی سے نجات ملے گی۔ جوں ہی اپنے پلنگ کی طرف گیا تو وہاں کا منظر ہی تبدیل ہو چکا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین مرغے میرے پلنگ پر کھڑے میرا منھ چڑا رہے ہیں۔ پلنگ کی چادر بری طرح خراب ہو چکی تھی۔ چادر پر جگہ جگہ مرغیوں کے پنجوں کے تازہ نشان ثبت ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے چادر بدنما معلوم ہو رہی تھی۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں تھکا ماندہ گھر پہنچا تھا لیکن گھر میں خلاف توقع ماحول دیکھ کر الجھن اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا، اور قدرے سختی سے سوال کیا کہ آخر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کیوں چیخ رہے ہیں اور گھر میں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ کیا انھیں کوئی تکلیف ہے؟ بیگم بولیں آپ تو بلاوجہ ان سے تنگ اور عاجز آ گئے ہیں۔ اس لیے ان سے الرجک ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں، تو آپ سمجھتے ہیں کہ چڑا رہے ہیں؟ اور آپ کو تنگ کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ یہ خیال آپ کا خام ہے۔ مرغیاں بے چاری تو معصوم ہیں۔ بیگم کی باتیں سن کر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یہ باتیں برداشت سے باہر تھیں۔ دل میں فیصلہ کیا کہ بس بہت ہو چکا۔ اب قطعی اور حتمی فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ میں نے طیش اور غصے میں آ کر بیگم سے کہا کہ اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گی یا میں"۔

دونوں میں سے ایک کے حق میں فیصلہ دینا ہوگا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ بیگم فیصلہ میرے حق میں دیں گی۔ کیوں کہ میرا وجود بیگم کے لیے اور گھر کے لیے از حد ضروری ہے۔ بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور خوف زدہ ہو گئیں۔ اور ترنت

کھا کر بولیں کہ آپ اس برستی ہوئی بارش میں کہاں جائیں گے؟ بیگم کی باتیں سن کر میری آنکھوں کے سامنے تارے آنے لگے۔ مجھے اپنی بے قدری کا احساس ہوا۔ میرا سارا غصہ فو ہو گیا اور میں نے خاموشی سے گھر میں ٹھہرنا ہی عافیت سمجھا۔

(لاہور بورڈ 2007ء)

عبارت نمبر 7:

ایک اور سنگین غلط فہمی جس میں خواص و عوام مبتلا ہیں اور جس کا ازالہ میں رفاہ عام کے لیے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں، یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے اور ناپے میں رہتی ہیں۔ میرے ڈیڑھ سال کے مختصر مگر بھرپور تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں اور جہاں نظر نہ آئیں وہاں اپنے ورود و نزول کا ناقابل تردید ثبوت چھوڑ جاتی ہیں۔ ان آنکھوں نے بارہا غسل خانے سے انڈے اور کتابوں کی الماری سے بچے جاگتے چوزے نکلتے دیکھے۔ لحاف سے کڑک مرغی اور دڑبے سے شیو کی پیالی برآمد ہونا روزمرہ کا معمول ہو گیا۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیاں گھر میں پالنے کے بالکل روادار نہیں ہیں اور وہ مرغیوں کا اصل مقام پیٹ کو تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے ایک دوست مرغیوں کو پالتو جانور مانتے ہیں۔ اسی لیے وہ ان کی چند صفات گنوا کر انھیں مصنف کے گھر منتقل کر دیتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں مرغیاں مصنف کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بار فون کی گھنٹی بجی۔ تو اس نے فون اٹھایا، اس سے قبل کہ وہ ہیلو کہتے، ایک مرغ نے ان کی ٹانگوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر اذان دے دی اور فون کرنے والے نے رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس لیے وہ گھر جو کبھی مصنف کا ہوا کرتا تھا، اب مرغیوں کا ہے۔ آخر میں مصنف نے مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ مسائل زدہ لوگ مرغیاں پال لیں تاکہ ان کے پیدا کردہ مسائل کا شکار ہو کر وہ اپنی پریشانیاں بھول جائیں گے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ عوام و خواص دونوں شدید غلط فہمی کا شکار ہیں، اس لیے لوگوں کی بھلائی اور فلاح کے پیش نظر، میں ان کی غلط فہمی دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سب لوگوں کا خیال ہے کہ مرغیاں دڑبے اور ناپے میں رہتی ہیں۔ میں نے ڈیڑھ سال تک مسلسل مرغیوں کی نفسیات اور عادات و اطوار کا مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں، کہ مرغیاں ناپے اور دڑبے کے علاوہ ہر جگہ رہتی ہیں، مگر ناپے اور دڑبے میں نہیں رہ سکتیں۔ سارے گھر میں گھومنا پھرنا اور گندگی پھیلانا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ گھر میں جو جگہ زیادہ صاف شفاف نظر آئے اُس سے ان کو ضد ہوتی ہے اور جب تک اُسے خراب اور گندا نہ کر لیں چین سے نہیں بیٹھیں گی۔

گھر میں ہر جگہ پر قدم رکھنا ان کی عادت ہوتی ہے اور اپنی عادت ہر لحاظ سے پورا کرتی ہیں۔ مرغیوں کی یہ عادت بھی عجیب ہے کہ اگر وہ کسی جگہ نظر نہ آئیں، تو وہاں ان کی موجودگی کے اثرات و نشانات ضرور موجود ہوتے ہیں اور بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ غسل خانے سے مرغیوں کے دیئے ہوئے انڈے ملے ہیں۔ کئی مرتبہ کتابوں کی الماریوں میں سے چوزوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، ظاہر ہے الماریوں میں مرغیوں نے انڈے دیئے ہوں گے۔ اور ان پر کئی دن بیٹھی بھی ہوں گی تبھی بچے نمودار ہوئے۔ چناں چہ مرغیاں ایسی ایسی حرکات کرتی ہیں، کہ عاقل و دانا شخص بھی نیم پاگل ہو جاتا ہے۔ میرے لحاف سے کئی بار کڑک مرغی برآمد ہوئی ہے اور مرغیوں کے دڑبے سے شیو کی پیالی کا برآمد ہونا معمول ہو گیا ہے۔ بیگم از راہ ہمدردی شیو کی پیالی میں پانی ڈال کر مرغیوں کو پیش کرتی

رہتی ہیں۔ یہ مرغیوں سے اُن کی مثالی محبت کا ثبوت ہے۔

مصنف نے اپنی اُلجھنوں اور غم و غصے کا اظہار بڑے مضحکہ خیز اور مزاحیہ انداز میں کیا ہے اور ہلکے پھلکے انداز میں مرغیوں کی حرکات و سکنات کا تعارف کرایا ہے اور مرغیوں کی نفسیات کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ بے مروت اور بدلحاظ ہوتی ہیں۔ کیڑے مکوڑے کھاتی ہیں اور گھر میں گندگی پھیلانے کا باعث بنتی ہیں اور اپنی حرکتوں سے سب کو تنگ کرتی رہتی ہیں۔ مصنف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انسان ان کو ذبح کر کے اور کھا کر دل کی بھڑاس نکال کر ٹھیک کرتے ہیں۔ بقول مصنف مرغیوں کی جگہ پیٹ ہے یا پلیٹ۔

عبارت نمبر 8:

اب گھر اچھا خاصا پولٹری فارم (مرغی خانہ) معلوم ہوتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پولٹری فارم میں عام طور سے اتنے آدمیوں کے رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جو حضرات آلامِ دنیوی سے عاجز و پریشان رہتے ہوں، ان کو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مُرغیاں پال لیں۔ پھر اس کے بعد پردۂ غیب سے کچھ ایسے نئے مسائل اور فتنے خود بخود اٹھ کھڑے ہوں گے کہ انھیں اپنی گزشتہ زندگی جنت کا نمونہ معلوم ہوگی۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے بتایا ہے کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے دوست اپنی مرغیاں ان کے گھر منتقل کر دیتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں مرغیاں ان کے گھر میں اس طرح رچ بس جاتی ہیں گویا ان کے گھر کا فرد ہوں۔ ایک بار مصنف گھر چھوڑنے کا ارادہ کرتے ہیں، لیکن بیوی کے آنسو انھیں ایسا کرنے سے بھی روک دیتے ہیں۔ مصنف نے بتایا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، کہ مرغیاں صرف دڑبے میں رہتی ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس سبق کا آخری اقتباس ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ مرغیوں کے آنے سے میرا گھر مرغی خانہ بن گیا ہے۔ کیوں کہ ان کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہُوا ہے۔ میرے گھر اور مرغی خانہ میں صرف یہی فرق تھا، کہ مرغی خانہ میں عموماً دو تین افراد رہتے ہیں اور مرغیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ جب کہ میرے گھر میں زیادہ افراد رہتے ہیں۔ جتنے نفوس میرے گھر میں رہتے ہیں اتنے زیادہ افراد کی گنجائش مرغی خانے میں نہیں ہوتی۔ نہ ہی زیادہ لوگوں کو مرغی خانہ میں رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔

مصنف مزید لکھتے ہیں کہ جو لوگ دنیاوی غم، مصائب، دکھوں اور پریشانیوں سے تنگ آ چکے ہوں اور اپنی زندگی سے بے زار ہو چکے ہوں۔ اُن کو میرا ہمدردانہ اور مخلصانہ مشورہ ہے، کہ وہ اپنے گھر میں مرغیوں کو پال لیں۔ پھر اس کے بعد غیب کے پردے سے ایسے مسائل اور مصائب جنم لیں گے، کہ سابقہ مسائل اور مصائب ہیچ اور کمتر محسوس ہوں گے۔ ایسے ایسے فتنے خود بخود سر اُٹھا لیں گے، کہ انھیں اپنی سابقہ اور گزری ہوئی زندگی جنت نما معلوم ہوگی۔